شاہد نوخیز اعظمی

فارسی کا غیر معروف صاحب دیوان شاعر: عینی

اعظم گڑھ کی سرزمین نے بیشمار علما ادبا فضلا اور شعرا پیدا کیے، جن میں چند کو بہت ہی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی جبکہ ابھی بھی بہت سی لائق و فائق شخصیات گمنامی کے دبیز پردے میں پڑی ہوئی ہیں انھیں شخصیات میں ایک نام عینی کا بھی ہے۔مولانا ظفرالحسن عینی کے مرتب کردہ شجرے کے مطابق آپ کا نسب یہ ہے، ظفرحسن بن شیخ نجیب اللہ بن شیخ احمد علی بن شیخ محمد مکرم بن شیخ محمد اعظم بن شیخ لطف اللہ بن مخدوم شیخ رشید بن مخدوم شیخ سعید بن مخدوم شیخ مشید بن مخدوم شیخ بڑے بن مخدوم شیخ محمود فاروقی مبارکپوری، آپ نے اپنا نسب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچایا ہے۔ یہ لوگ جونپور کے رہنے والے تھے، سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے زمانے میں اس خاندان کے شیخ محمد بن شیخ خضر فاروقی کو اعظم گڑھ میں ولید پور، بھیرا اور لہرا میں جاگیرداری حاصل تھی، اور بعد میں وہ مستقل طور پر بھیرا میں آباد ہو گئے، ان کے آبا و اجداد میں شیخ رشید نے شاہجہاں کے دور میں مبارکپور میں سکونت اختیار کی اور رشید آباد نام رکھا جو رواج نہ پا سکا یہ خاندان رئیس اور زمیندار ہونے کے ساتھ علم و فضل اور ذہانت و ذکاوت میں بے مثل تھا، آپ کے والد شیخ نجیب اللہ بھی پائے درجے کے عالم تھے جن کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی، لڑکوں کے نام بالترتیب یہ ہیں، محمد انور، ظفرحسن، ولی الحسن، اور لڑکی کا نام نورالعین ہے، آپ اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ ہونہار تھے، یوں تو آپ کے خاندان میں اصحاب علم، فضل کی کمی نہیں تھی، لیکن جو امتیازی حیثیت آپ کو حاصل تھی کسی اور میں نہیں ملی۔ظفرحسن عینی کی صحیح تاریخ ولادت نہیں مل سکی، تذکرہ علمائے مبارکپور میں بھی صرف یہی ہے کہ آپ تیرہویں صدی کے نصف آخر میں محلّہ پورہ رانی مبارکپور میں پیدا ہوئے آپ کا انتقال 1927 تقریباً 60 سال کی عمر میں ہوا اس طرح آپ کی پیدائش 1868 کے قریب ہونی چاہئے۔عینی کی ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر آپ نے مولانا محمد فاروق چریاکوٹی اور علامہ شبلی نعمانی سے استفادہ کیا اور اس کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند میں رہ کر مکمل

تعلیم حاصل کی اور دنیوی تعلیم کی طرف مائل نہیں ہوئے ،علمی شغف کے سبب آپ کوعربی فارسی زبان پر پوری طرح ملکہ حاصل ہوا آپ اردو،عربی فارسی تینوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے علمی بصیرت کو دیکھتے ہوئے حکومت برطانیہ کی طرف سے آپ کو''شمس العلما'' کا خطاب ملا تھا۔ تکمیل علم کے بعد آپ درس و تدریس کے منصب پر فائز ہوئے مختلف اداروں سے گزرتے ہوئے''مدرسہ احسنیہ'' ڈھاکہ پہنچے مولانا کی حیات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا کی فضیلت اور بزرگی نے کسی ایک جگہ سکونت پذیر ہونے نہیں دیا۔ محبت احترام اور اہمیت کے سبب اکثر اداروں نے آپ کی خدمت کومقدم جانتے ہوئے اپنے یہاں دعوت دینی شروع کی، چنانچہ سید نواب سلیم اللہ ڈھاکہ سے سفارش کر کے آپ کو مختلف اداروں کے لوگ اپنے یہاں لے گئے ،جن کا ذکر حسب ذیل ہے۔

عینی نے 1910 سے 1913 یعنی تین سال مدرسہ احسنیہ ڈھاکہ میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیں اور اسی دوران سید سلیم اللہ صاحب ڈھاکہ کے یہاں بچوں کی تعلیم کے لیے بحیثیت اتالیق مامور ہوئے اسی زمانے میں مسلمانوں کی ایک تنظیم محمڈن ایسوسی ایشن کے زیر انتظام انجمن اسلامیہ دارجلنگ چل رہی تھی۔ ڈھاکہ کے مسلمانوں نے نواب سلیم اللہ صاحب سے سفارش کی اور نواب نے ان کی تقرری انجمن اسلامیہ کے لیے کر دی جہاں وہ 14، جنوری 1913 سے 20 اکتوبر 1917 تک پوری لگن کے ساتھ درس وتدریس میں مشغول رہے،نواب صاحب کی تحریر یہ ہے۔

مولانا موصوف کے انجمن اسلامیہ دارجلنگ کے ترک کرنے پر ایس ڈی عبدالعزیز شاہ سکریٹری، اراکین انجمن اسلامیہ کا تاثر یوں پیش کرتے ہیں۔

'' ہم ممبران انجمن اسلامیہ دارجلنگ کو اس بات کی امید نہیں تھی کہ ہمیں اس سانحہ سے سابقہ پڑے گا کہ عینی صاحب جدا ہو جائیں گے،ہم نے انھیں کھو کر گویا ایک ہیرے کو کھو دیا۔

انجمن اسلامیہ دارجلنگ کو ترک کرنے کے بعد آپ نے مدرسہ چٹ گاؤں میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور فروری 1912 تک مشغول رہے اور اپنی پوری صلاحیت کا مظاہرہ کیا۔ مدرسے کے اساتذہ، متعلم اور مسلم عوام کو کلی طور پر مطمئن کیا۔

اسکے بعد 1912 سے تادم حیات ڈھاکہ اسلامیہ انٹر کالج ڈھاکہ میں لکچرار رہے آپ اس ادارے میں کے سی ڈی کمشنر چٹ گاؤں کی سفارش پر تشریف لے گئے۔

عینی کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی،لڑکوں کا نام بالترتیب افتخار احمد، احتشام احمد، امتیاز احمد اور لڑکی کا نام افضلی بی بی ہے۔ بیٹی عین شادی کے دن ہی انتقال کر گئی۔ عینی کے انتقال سے دو ڈھائی سال قبل آپ کے بڑے بیٹے افتخار احمد آپ کے غازی پور میں ہائی اسکول میں زیر تعلیم تھے اچانک طاعون کا شکار ہو گئے اور انتقال کر گئے ،لیکن گھر کے لوگوں نے اس حادثے کو آپ سے چھپائے رکھا، انتقال سے پانچ چھ ماہ بعد

کالج کی کسی چھٹی میں گھر تشریف لائے تھے، کسی نے حادثے کی خبر پہنچادی۔ آپ کو بیٹے کی جدائی کا سخت صدمہ پہنچا گھر کے لوگوں خصوصاً اپنے بھائی پر سخت برہمی کا اظہار کیا۔ آپ اس حادثے کی تاب نہ لا سکے اور دنیا کے معاملات سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اب کیا تھا صرف ایک کمرہ، ایک جانماز، اور ایک بوریا سے مطلب۔ اسلامیہ انٹر کالج کی طرف سے آپ کو بار بار خط لکھا گیا جب بھی خط آتا اسے آپ اپنے بھائی کو دے دیتے کہ اس کا جواب لکھ دیجئے۔ اسی حالت میں 1928 مطابق 1347ھ میں وفات ہو گئی۔ اور جامعہ مسجد راجہ مبارک شاہ کی جانب شمال والے احاطہ میں دفن کیے گئے جوان کا آبائی قبرستان ہے۔

عینی کی تصانیف زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکیں صرف ان کا مرتب کردہ خاندانی شجرہ انساب آپ کی علمی یادگار رہے جو مسلم پریس انکٹالی کلکتہ سے شائع ہوا اور ایک اردو تقریظ بھی ہے جو انھوں نے مولانا احمد حسین رسول پوری کی کتاب سبیل الآخرت پر لکھی تھی جبکہ ان کا عربی اردو اور فارسی دیوان ابھی بھی زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکا۔ ظفر الحسن عینی بچپن سے ہی محنتی اور ذہین تھے پڑھنے لکھنے کا شوق ودیعت ایزدی تھا، اس خاندان کا ہر فرد اپنی جگہ اپنی مثال آپ تھا۔ عینی نے بھی اپنے آبا واجداد کی پیروی کی اور پورے انہماک کے ساتھ حصول علم میں مشغول ہو گئے اور شروع سے ہی آپ کو بہترین علمی ماحول نصیب ہوا، گھر سے نکلنے کے بعد لائق و فائق اساتذہ سے سابقہ پڑا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد فاروق چریا کوٹی اور مولانا شبلی نعمانی جیسی اہم شخصیتیں ہیں جن کے زیر سایہ رہ کر آپ نے اپنے علم کو ٹھوس و مستحکم بنایا اور پھر دارالعلوم دیوبند جیسا مدرسہ نصیب ہوا چنانچہ اپنی ذہانت اور محنت کی بنیاد پر اساتذۂ کرام کی نگاہوں میں محبوب بن گئے اور اساتذہ کرام کی خصوصی توجہ نے آپ کے علمی مذاق میں نکھار پیدا کر دیا جس کا اثر آپ کی زندگی میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ زمانہ طالب علمی اپنا اکثر وقت مطالعے میں صرف کرتے تھے، اور حصول علم کے بعد جب آپ گھر لوٹے تو آپ کا یہی معمول رہا کہ اکثر وقت مطالعے میں صرف کرتے موصوف کا نہایت شاندار اور نوادرات پر مشتمل کتب خانہ تھا۔ جس کو انتقال کے بعد آپ کے بھائی مولوی ولی الحسن صاحب نے مدرسہ احیاء العلوم کو وقف کر دیا۔

حصول علم کے بعد درس و تدریس کو اپنا مشغلہ بنایا اور سرزمین بنگال پر تقریباً بیس سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے گویا کہ اپنی زندگی کا تہائی حصہ درس و تدریس میں صرف کر دیا۔ ایک استاد کے لیے ضروری ہے کہ اس کی علمی صلاحیت ٹھوس، مطالعہ وسیع اور اخلاق و کردار بلند ہوں، عینی صاحب ایک ایسے ہی استاد تھے جن کے اندر یہ ساری خوبیاں موجود تھیں۔ سچ پوچھیے تو ایک استاد طالب علم کے لیے معلم بھی ہوتا ہے اور مربی بھی۔ چونکہ دوران درس طلبہ استاد کے روبرو ہوتے ہیں۔ اور ان کی توجہ اس کے اقوال و افعال اور حرکات و سکنات پر پوری طرح مرکوز رہتی ہے اور استاد کے ہر فعل کا اثر براہ راست طلبہ کے ذہن و فکر پر مرتب ہوتا رہتا ہے، اس لیے استاد اگر علمی بصیرت کے ساتھ پاکیزہ اطوار

اور شائستہ کردار کا مالک ہے تو بلا شبہ طلبہ میں وہی خوبیاں پیدا ہوں گی جو اس کے استاد میں ہیں۔عینی صاحب کی علمی بصیرت اور اعلیٰ کردار کو دیکھتے ہوئے جناب سید سلیم اللہ صاحب نواب ڈھاکہ نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ کو اتالیق مقرر فرمایا اور آپ نے تین سال تک یہ خدمت انجام دی۔

عینی کا مطالعہ بے حد وسیع تھا۔آپ کو اردو عربی و فارسی پر مکمل ملکہ حاصل تھا، آپ ان تینوں زبانوں میں لکھتے، پڑھتے بولتے اور شاعری کرتے تھے۔

عینی کے بلند اطوار اور پاکیزہ کردار کو دیکھتے ہوئے تدریس کے ساتھ امامت کی ذمے داری بھی سپرد کی گئی آپ ہر جمعہ کو وعظ کہتے تھے، اسلامی مجلسوں کے علاوہ آپ سماجی معاشرتی اور اقتصادی جلسوں میں بھی شرکت کرتے تھے اور پوری کامیابی کے ساتھ تقریر کر کے گزر جایا کرتے تھے جس سے آپ کی سیاسی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کی بزرگی اور شرافت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ڈھاکہ کی مشہور عیدگاہ شاہ باغ کی بنیاد آپ کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی عیدگاہ کی تعمیر پر آپ نے یہ تاریخی اشعار کہے ہیں:

همین حضرت شاه عبد الله بعهد حامی دین خواجه سر سلیم الله
بنا گرفت زهی عیدگاه عالیشان وقاه عمره ذاته حماه الله
نبا در داد اقیمو الصلوٰة للعیدین و عجلو الحصول الشرف عباد الله
نگاشت عینی آشفته سال تعمیرش بنا قبله و بیت الشرف لوجه الله

عینی نہایت ہی عجز و انکسار اور عظیم سیرت و کردار کے مالک تھے، چالیس سال کی عمر میں سید شاہ عبداللہ صاحب ہواتی صابری امدادی سے بیعت ہوئے اپنے دیوان کے آخر میں لکھتے ہیں:

> ”رب العزت قربان تیرے دریائے غفاری و جوش رحمت کے کہ تو نے مجھ بندۂ چہل سالہ مبتلا گرداب معصیت کو ورطۂ ہلاکت سے نجات کی توفیق رفیق فرما کر حضرت شمس العارفین سید شاہ عبد اللہ صاحب ہواتی صابری امدادی کی زیارت بابرکت سے شرف یاب کیا اور ان کی ہدایت آب تحریر و تقریر و تاثیر صحبت سے فیضیاب فرمایا جن کی افتاد سے میری دنیا کے تمام الجھے ہوئے کام سلجھ گئے۔“

آں قطب زمانه و حقائق آگاه سر سید گلی ز باغ امداد الله
صد بار فداک روحی عینی و سلیم عارف باالله سیدی عبد الله
خاک قدمش که کارا کسیر دهد هر ذره از و بقلب تنویر دهد
این بندۂ عینی و کجا خاک درش هر آنچه دهد خوبی تقدیر دهد

چونکہ عینی حضرت علاء الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں بیعت تھے اس لیے آپ کو

حضرت سے والہانہ عقیدت ومحبت میں ڈوب کر یہ منقبت کہی ہے۔

ازل سے ہے مجھ سودا علاء الدین صابر کا دل غمدیدہ ہے سید علاء االدین صابر کا
گہن لگ جائے ماہ و مہر ا نور کو اگرد جمال چہرۂ زیبا علاء الدین صابر کا
مسیحا سے کبھی اچھا قیامت تک نہیں ہوگا مریض نرگس شہلا علاء الدین صابر کا
نہ پائے گا افاقہ مستی جوش نہانی سے خرابت پارہ لہیا علاء الدین صابر کا
تشفی ہوگی اس غمدیدہ و ہجراں رسیدہ کی اگر مل جائے نقش پا علاء الدین صابر کا
زمین ایشیا خاکپائے شہر کلیر پر رہے گا حشر تک سکہ علاء الدین صابر

نہ کم ہو عشق دیدار ہرگز اگر دیکھے
مزار و مرقد و روضہ علا الدین صبار کا

ظفرحسن عینی کی شخصیت جامع الکمالات تھی وہ بلند پایہ عالم محقق مورخ نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ عربی اردواور فارسی کے مستند شاعر بھی تھےلیکن افسوس کہ ان کی بیشتر گراں بہا تصانیف زیورطباعت سے آراستہ نہ ہوسکیں یہاں تک کہ ان کے عربی کے دیوان بھی نادرالوجود ہیں جبکہ ان کے فارسی کا دیوان ایک بیاض کی شکل میں مبارکپور میں اہل علم کے ذاتی کتب خانوں میں محفوظ ہے جس سے ان کی شاعری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اس دیوان میں حمد نعت منقبت قصیدہ غزل نظم رباعی قطعہ یعنی تمام اصناف شاعری پر انھیں قدرت حاصل تھی جس کی مثال میں ان کی شاعری پیش کی جاسکتی ہےآپ کے دیوان میں منظوم تہنیت نامہ خطوط اور تقریظ بھی موجود ہیں مولانا ظفرحسن عینی اپنا تخلص عینی اور زفر دونوں استعمال کیا ہےلیکن جس تخلص کا استعمال انھوں نے کثرت سے کیا وہ عینی ہےاوراسی نام سے وہ مشہور بھی ہوئےلیکن ان کی اردو، فارسی شاعری میں زفرتخلص بھی پایا جاتا ہے جیسے ان کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں جس میں انھوں نے زفراستعمال کیا ہے۔

سرو سینہء و درونم ہمہ آتشی گذشتہ چہ زفر بآب چشمت اثر شرار داری
چوں نمایم شرح حالات دل زار زفر از زبانم سوختہ نطق و بیانم سوختہ
اندوہ و الم آہ و فغاں نالہ و شیون دارد زفر فرختہ ہمیں داد رسی چند
خاطر و جان ہمہ فدائی تو کرد زفر عاشقت بہانہ نہ نکرد

فارسی شاعری کے علاوہ اردوشاعری میں بھی آپ نے زفرتخلص استعمال کیا ہے:۔

اگرآج مست ہوتامئےعشق احمدی سے
تو زفر نہ ایسا رسوا نہ ذلیل وخوار ہوتا

مذکورہ بالا اشعار سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے زفراورعینی دونوں تخلص استعمال کیا ہےلیکن اکثر کلام میں عینی ہی استعمال کیا ہے، اسی لئے عینی تخلص سے شہرت حاصل ہوئی۔لیکن کہیں سے ان کے

استعمال کا زمانہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ان دونوں میں اولیت کس کو حاصل ہوئی اور عینی کی وجہ ترجیح کیا ہے؟

حمد باری تعالیٰ :۔عینی کے دیوان میں ایک حمد ہے، اس میں آپ نے پروردگار عالم کی حمد بیان کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سرائی کی ہے اور اپنے حالات پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی ہے پوری حمد میں مکمل فنی خوبیاں مثلاً سلاست و روانی سادگی اور چاشنی موجود ہے ساتھ ہی باری تعالیٰ کے وجود اور اس کے صفات پر بحث کی گئی ہے اور علم کلام کے اہم مسائل کو بیان کیا ہے چند اشعار بطور نمونہ یہ ہیں:۔

ای جلوۂ بخش دو فروزندۂ قمر — روشن ز سرمۂ کرمت دیدۂ سحر
کونین قطرۂ ایست ز دریائی دانشت — دین کار گاہ کرشمہ از حکمت و ہنر
ہر لحظہ قوت تو نماید کرشمہء — ہر گو نہ صنعت تو دہد جلوۂ دیگر
آنی کہ قطرۂ زیم رحمت بس است — از بہر شستن گنہ خلق سر بسر
و احسر تا کہ کشتی عمرم تباہ شد — ہیہات رفت زندگیم در گنہ بسر

نعت رسول: عینی کی حیات کے مطالعے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ ایک زبردست عالم و فاضل اور انتہائی دیندار شخص تھے، آپ کی شاعری میں اسلامی پہلو ہی غالب ہے، اگرچہ نعت گوئی ایک انتہائی مشکل فن ہے چنانچہ احمد رضا خاں ''الملفوظ'' جلد دوم کے صفحہ 94 پر لکھتے ہیں:۔

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے، جس کو لوگ نہایت آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کم کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے، غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔''

ماہنامہ ''المیزان'' کے صفحہ 515 پر فن نعت گوئی کے متعلق مولانا وارث جمال بستوی لکھتے ہیں:

'' یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ شاعری کے جملہ اصناف میں نعت گوئی بہت مشکل فن ہے اس لیے جذبۂ اخلاص ومحبت اور گہری عقیدت کے ساتھ ساتھ اعتدال وتوازن اور حدود شناسی کی بھی شدید ضرورت ہے، اس لیے عرفی شیرازی فرماتے ہیں:

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

اسی مفہوم کو اعجاز احمد رحمانی نے ''اخبار نو'' کے صفحہ 31 پر اس طرح ادا کیا ہے:۔

میں تو کیا کوئی قلم کار نہیں لکھ سکتا — مدحت سید ابرار نہیں لکھ سکتا
خامہ رب کے سوا سارے قلم ہیں معذور — کوئی بھی آپ کا معیار نہیں لکھ سکتا

نعت لکھواتا ہے اللہ تو لکھ لیتا ہوں   میں تو ایک حرف بھی سرکار نہیں لکھ سکتا

لیکن جب ہم مولانا ظفر حسن عینی کے نعتیہ کلام کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہم آپ کو اس مشکل فن میں بھرپور کامیاب پاتے ہیں، ان کے کلام محمدؐ سے والہانہ محبت کے ساتھ عشق میں سوز و گداز نظر آتا ہے۔عینی کی نعت گوئی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں غزل کا رنگ نمایاں ہے مطلع سے کئی شعر تک یہ ظاہر ہی نہیں ہو پاتا ہے کہ آیا یہ نعت ہے یا غزل، چند اشعار بطور نمونہ یہ ہیں:

تا نقاب است روی زیبا را   اختلاج است چشم بینا را
بر فگن پردہ از رخت یکسو   خیرہ کن دیدہ تماشا را
چوں سازم فدائی چہرۂ تو   ہمہ دنیا و دین و عقبیٰ را
تیغ ابروئی تو کند پیدا   معنیٰ کن من علیہا را

قصیدہ: قصیدہ فارسی شاعری میں اس وقت سے رائج ہے جب سے ایران میں درباری تقاضوں اور عربی شاعری سے اثر پذیری کے تحت عروضی اوزان پر با قاعدہ شاعری کا رواج ہوا اور مضامین کے تحول کے ساتھ آج بھی وہاں قصیدہ سرائی کی روایت برقرار ہے، قصیدے کے شعرا کی فہرست بہت ہی طویل ہے ان میں سے چند مشہور و معروف نام اس طرح ہیں ازرقی، امیر معزی، رشید وطواط، انوری، خاقانی، ظہیر فاریابی، عرفی شیرازی، قاآنی، غالب، شبلی، اسلم جیراجپوری، وغیرہ وغیرہ ہیں، عینی نے بھی قصیدے میں قلم آزمائی کی لیکن چونکہ وہ علمی شخصیت تھے اس لیے ان کا یہ اصل میدان نہ ہو سکا۔عینی کے قصیدے کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کو قصیدہ نگاری پر پوری مہارت حاصل تھی آپ نے نواب سید شمس الہدیٰ بہادر کے سی آئی ای جج ہائی کورٹ کی مدح سرائی کی ہے، یہ پورا قصیدہ فنی خوبیوں سے لبریز ہے، تشبیب، گریز، مدح، اور دعا ہر ایک میں فنی خوبیاں عیاں ہیں گریز کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں جن میں بلا کی سلاست و روانی پائی جاتی ہے:۔

صدائی ناگہاں آمد کہ عینی دیدہ را وا کن
بیا کاشانۂ نیرنگ دنیا را تماشا کن
سحر گردید مرغ صبح خون اندر فغان بینی
عنادل را درون در ہجر گل ناشادمان بینی
اگر آئی بگلشن را خون در جگر یابی
ز جور خار چاک جامۂ گل را عیان بینی
حریفان را کہ در یک رشتہ رندی بشب دیدی
پراگندہ ہمہ شیرازۂ دیوان گان بینی

گریز کے بعد بلیغ انداز ملاحظہ فرمائیں:

طراز مجلس ہزا تسلنسی کارمائکل　　مشیر سلطنت نواب سر شمس الہدیٰ مشیر
عدالت خود ہمہ منت کش توقیع فرمانش　　خط تحریر منشورش خط لوح قضا آمد
برائی بیکساں در بیکسی ذاتش کسی گردد　　سر بی سائبان را دامنش ظل ہما آمد
روان سر چشمہء جودش چنان کاندر حریم او　　عطائی بانوا شیر شکر بابی نوا آمد
دل و دستش اگر وقت کرم بینی ہمی گوئی　　یکی ابر سخا آمد دگر بحر عطا آمد
مگر این شمس کو تاج عدالت زیب سر دارد　　ازین منزل بہ برج دیگر آہنگ سفر دارد

منقبت نگاری:۔عینی کے دیوان میں بہت سے مناقب پائے جاتے ہیں،عینی کو رسول اکرمؐ کے ساتھ ساتھ اولیائے کرام سے بھی گہری الفت تھی ، اردو اور فارسی دونوں میں مناقب موجود ہیں۔ یہ مناقب غوث پاک،خواجہ معین الدین،خواجہ علاء الدین صابر کلیری، کی شان میں ہیں،مندرجہ ذیل اشعار سیدنا غوث پاکؒ کی شان میں ہیں:۔

سر بخش و سر فگندم سرکار غوث الاعظم　　درویش مستندم دربار غوث الاعظم
آخر بخاطر آید کی سایہ ہمارا　　ہان سایہء نشینی دیوار غوث الاعظم
صد پیچ و تاب خوردہ لاکن نہ گشت پیدا　　ہم بر عقول عشرہ اسرار غوث الاعظم

ظلمۃ القلب لقد ز اد اغثنی یا غوث　　خانہ دل شدہ برباد اغثنی یا غوث
پر تو بخش بعصیان کدہ تاریکم　　از پی پر تو بغداد اغثنی یا غوث
نیستم بندہ تسنیم و شراب کوثر　　پامئی فضلہ او تاد اغثنی یا غوث
جانب عینی با چشم خدارا چشمی　　نیستم جز بتو فریاد اغثنی یا غوث

درج ذیل اشعار خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی شان میں ہیں:

حبیب خالق یکتا معین الدین اجمیری
ولی ذات ہمتا معین الدین اجمیری
زہے چشم چراغ و نازنین سید عالم
امین سرور بطحا معین الدین اجمیری

غزل گوئی: تمام اصناف سخن میں غزل سب سے مقبول صنف ہے، کیونکہ اس کا دامن اس قدر وسیع ہے کہ عاشقانہ مضامین کے ساتھ یہ صنف اپنے اندر تمام مضامین مثلاً تصوف، فلسفہ، کے علاوہ وعظ اخلاقی مضامین اور پند و نصائح وغیرہ سمیٹے ہوئے ہے۔جلال الدین رومی، حکیم سنائی، خواجہ عطار، فخر الدین عراقی، شیخ سعدی، امیر خسرو، حسن سجزی، حافظ شیرازی، نظیری نیشاپوری، شفائی اصفہانی، کلیم

کاشانی، عبدالقادر بیدل، غالب، اقبال، شبلی، کیفی چریاکوٹی وغیرہ فارسی کے ممتاز غزل گوشعرا میں شامل ہیں رومی، سعدی، حافظ، نظیری، اور شبلی کا درجہ انتہائی بلند ہے، عینی نے بھی اس صنف میں طبع آزمائی کی ان کی غزلوں میں حافظ اور خسرو کا رنگ غالب ہے۔ عینی کی غزل میں قدما کا انداز بھی ملتا ہے بالخصوص حافظؔ شیرازی سے متاثر ہونا پایا جاتا ہے، حتیٰ کہ ان کی پہلی ہی غزل حافظ شیرازی کی زمین میں لکھی ہوئی ہے اور تاثر کا یہ عالم ہے کہ اس کے تیسرے شعر کا آخری مصرع بعینہ حافظ کا مصرع اول ہے ممکن ہے انھوں نے اسی مصرع پر تضمین کی ہو۔

حافظ شیرازی یوں بیان کرتے ہیں:۔

الا یا ایہا الساقی ادرکا ماونا ولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکل ہا

اور عینی کے اشعار ملاحظہ ہوں:۔

بحمد اللہ بہر مقصود بعد از قطع منزل ہا — رسیدہ ذورقم زین در طہائی خون بہ ہا
ہوا ناساز وتیرہ ابرو برق ورعد و بحر خون — کجا یابند مارا خفتگان گرد ساحل ہا
درونم خستہ سر آشفتہ پا فرسودہ چون حافظ — الا یا ایہا الساقی ادرکا ما ونا ولہا

حافظؔ کے علاوہ حضرت امیر خسرو کی غزل کی بھی پیروی ملتی ہے، خسرو کا یہ مضمون:۔

نمی دانم چہ منزل بود شب جائی کہ من بودم
بہر سو رقص بسمل بود شب جائی کہ من بودم

عینی نے اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے اور ساتھ ہی ان میں غضب کی سادگی اور روانی بھی پائی جاتی ہے۔

دلم بردہ پریروئی پریشب — زدم آسیب جادوئی پریشب
گہم کافر نماید گہہ مسلمان — خیال چہرہ گیسوئی پریشب
میارم نگہت باد صباحی — منم دیوانہء بوئی پریشب

خسرو کی اسی غزل کا ایک دوسرا شعر:۔

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکان خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائی کہ من بودم

عینی کہتے ہیں:

محمد بود شمع بزم عینی
منم پروانۂ روئی پریشب

درج ذیل شعر میں عراقی سے استفادہ کیا ہے، عراقی کہتے ہیں:۔

بہ طواف کعبہ رفتم بہ حرم رہم نہ دارم
کہ بروتو خود کہ باشی کہ درون خانہ آئی

عینی کہتے ہیں:

راہم نمی دہند سوئی مسجد و حرم
دیر وخراب ومیکدہ زنارم آرزوست

قدما کی تقلید واستفادہ کے ساتھ کہیں کہیں آپ نے ان کے احوال کا مقابلہ بھی کیا ہے، درج ذیل شعر میں حافظ کا مقابلہ کیا ہے:

درونم خستہ سر آشفتہ پا فرسودہ چوں حافظ الا یا ایہا الساقی ادرکا ما ونا ولہا
صلاح کار کجا و من خراب کجا ببین تفاوت رہ ار کجاست تا بکجا

فارسی کے علاوہ اردو کلام میں بھی حافظ کا مقابلہ کیا ہے، درج ذیل شعر ملاحظہ فرمائیں:

اسی طرح جور ہے اپنی قوم کے لچھن
توحسب حال ہے عینی کلام حافظ کا

عینی ایک کامیاب غزل گو شاعر تھے، انھوں نے فارسی کے تمام مشہور شعرا کی تقلید کرتے ہوئے اسی زمین میں شعر کہا ہے۔

عام شعری روایت کے مطابق عینی بھی اپنی شاعری کا بیشتر مواد حسن وعشق سے حاصل کرتے تھے، عینی کے مزاج ترکیبی میں غالب عنصر عشق ومحبت کا جذبہ تھا جس کی چھاپ ان کی شاعری کے بیشتر حصے پر ہمیں نظر آتی ہے۔ عینی کی شاعری کا موضوع تصوف ہے، تصوف انھیں ورثے میں ملا تھا، تصوف کا اصل خمیر عشق حقیقی ہے۔ جو سرتا پا جذبہ اور جوش ہے عشق حقیقی کے ساتھ عشق مجازی کے جلوے بھی نظر آتے ہیں۔ ان کے ماحول میں تصوف کو ایک اہم حیثیت حاصل تھی ان کی متصوفانہ شاعری میں دنیا کی بے ثباتی، انسان کی عظمت، بیخودی اور وحدت الوجود جیسے تصوف کے موضوعات بکثرت ملتے ہیں۔

عشقیہ شاعری کا کمال چونکہ عشق حقیقی پر موقوف ہے جو تصوف کے ساتھ مخصوص ہے، اور چونکہ اور زبانوں میں صوفیانہ شاعری کم ہے اس لیے عشقیہ شاعری میں کوئی زبان فارسی، کا مقابلہ نہیں کرسکتی، عشق میں سیکڑوں قسم کی وارداتیں پیش آتی ہیں، محویت، شوق، شکوہ، انتظار ہجر، وصل، یہ تمام واردات اور جذبات شاعری کے موضوع ہیں، اور یہی جذبات جب تصوف کی زبان سے ادا ہوتے ہیں تو ان میں نہایت زور اور جوش پیدا ہو جاتا ہے۔

وصل وہجر کا بیان بھی عینی کے یہاں نہایت لطیف انداز میں پایا جاتا ہے چنانچہ:

خیال وصل وز ورہجر ورنج عشق وسوز جان
پی دلدارگان ای دل نی بینم راحت دل ہا

ایک دوسری جگہ عینی فرماتے ہیں:

اندرونم بسکہ شادان است درچش وصال
در بچشم دیگران حیران و مضطر می روم

عینی محبوب کی جدائی کی تاب نہیں رکھتے اور اس کے فراق میں آہ بکا کرتے ہیں، یہ درد عینی کے مذکورہ اشعار میں ملاحظہ کیجیے:

در فراقت از شرار سینۂ سوزان من — چاک شد جیب و قبا پیراہن و دامان من
وزغم و رنج شبا روزی تو ای جان من — تر زخون ناب است چشم و دیدۂ گریان من

عینی کے یہاں واردات عشق رسمی نہیں بلکہ ان کی زندگی کے تجربات ہیں، چنانچہ ان کا عشق مجازی محبت کی سرحدوں کو پار کر کے حقیقی محبت کی حدود میں داخل ہوتا ہے، لہٰذا واردات عشق کا بیان ان کے یہاں یوں ملتا ہے، گویا از دل خیزد بردل ریزد۔

خستۂ تیر نگاہ و ناوک مژگان منم — بستۂ زلف سیاہ و کاکل پیچان منم
ہر رگ من تار زنار برہمن گشتہ است — بس غلط گویم سراسر صاحب ایمان منم

پا برہنہ چاک دامان سوئی دلبر می روم — صورت رندان پریشان خاک برسر می روم
اندرین راہ تعشق حاجت ما خضر نیست — پیشوائی عشق خود را کردہ رہبری می روم
کرد سودا گیسو و مژگان و ابروئی صنم — بیگمان سوئی کمند و تیر خنجر می روم
در کتابت چوں در آید قصۂ شوقان من — خامہ مضمون رسالہ داستانم سوختہ

عینی کی شاعری میں شراب، ساقی اور میخانے کا تذکرہ جگہ جگہ ملتا ہے مگر عینی کی شراب، شراب معرفت ہے، عشق حقیقی کا خمار شامل ہے:

نیستم شیدائی تو ای تسنیم بہشتی زاہدا
بادہ خوار جرعہ نوش ساغر مینان منم

عینی کی شاعری کا محور عشق ہے، ان کا تمام تر کلام دنیائے عشق و محبت سے متعلق ہے، عشق حقیقی بھی اور عشق مجازی بھی، ذات خداوندی، وحدت الوجود، انسانی عظمت اور فنا و بقا کے مضامین میں سب عشق حقیقی کے مظاہر ہیں، یہ مضامین ان کے اشعار میں کثرت سے موجود ہیں:

بیا عینی کنم مئی نوشی از خمخانہ وحدت
بسویم دستکم از سجہء وعقد انا مل ہا

سوزش در د فراقت جسم و جانم سوختہ　　آتش عشقست وجود ناتوانم سوختہ
گلعزار ا از تپ دیرینہء ہجران تو　　سینہء وقلب و جگر ہم استخوانم سوختہ

عینی کی زندگی دنیاوی ہوس سے پاک وصاف ہے، دنیا کی بے ثباتی بھی ان کے اشعار میں نظر آتی ہے، لیکن وہاں کسی قسم کا کوئی تکلف اور تصنع نہیں ہے:۔

درونی داشتم فارغ ز فکر نامراد یہا
دمی خوش می زدم دمساز بخت کامران بودم

عینی کا فن ان کی شخصیت کا پرتو ہے، عینی کی شخصیت کے خاص عناصر ترکیبی میں سادگی، خلوص و صداقت جن کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، تکلف و تصنع سے ان کو نفرت ہے یہی باتیں ہمیں ان کے فن میں بھی نظر آتی ہیں، تکلف و تصنع نہ ہونے کی وجہ سے ان کی شاعری میں بہت زیادہ آمد اور برجستگی پیدا ہوگئی، عینی کے یہاں حسن ومحبت کے رنگین بیانوں میں بھی سادگی، برجستگی، دلکشی اور سلاست ہے، یہ بجائے خود ایک حسن ہے، جو آرائش سے بے نیاز ہے:

دلم بردہ پری روئی پریشب
زدم آسیب جادوئی پریشب

بہر تسکین دوستان صفا　　باز کن چہرۂ درخشاں را
دلبرا عشوہ دلاویزت　　غارتم کرد درین و ایمان را
پیش باران اشک دیدۂ من　　پیش فرمای ابر نیسان را
ہمدم ماست آہ نالہ و غم　　خیر یاد این نواؤ سامان را

زمانی ہمنوائی بلبل دستان سرا بودم　　گہی در میکدہ با دوستان ہمداستان بودم
جہانی مست صہبارا تکلف برطرف دیدم　　نہ من تنہا رہین منت پیر مغان بودم

بہار و تازگی در گلشن ویرانہ می آید　　صدائی عندلیبان چمن مستانہ می آید
معطر می شود از بس مشام جان محزونم　　مگر این دم شمیم گیسوئی جانانہ می آید
فراق ساغر و مینان کہ خون می ریخت در عالم　　بصد ناز دارا شیشہ سوئی پیمانہ می آید

عینی کی غزلوں میں بعض جگہ فخر یہ اشعار بھی ملتے ہیں، اور کیوں نہ ہو جبکہ عینی کی شخصیت ایک بے نیاز شخصیت تھی اس لیے آپ نے فخر یہ اشعار کہے ہیں، اور یہ فخر یہ اشعار غزلوں میں بالکل درست

معلوم ہوتے ہیں، کہیں سے کوئی بھدا پن نظر نہیں آتا، ان کے اندر ساری فنی خوبیاں موجود ہیں:

هم سری نیست اندرون چمن
عینی بلبل غزل خوان را
کلید نغمہا را وا کردہ دربائی مسرت زا
سراپا گوش بر ساز ونوائی و اصفهان بودم
بهار و رونق و شادابی نظم کلام من
چه کار از آفت بیداری با دخزان دارد
کی تواند همچو عینی عندلیب خوشنوا
کز گلستان فصاحت مرغ خوش الحان منم

عینی کے کلام میں اگر چہ فخریہ اشعار ملتے ہیں مگر آپ انتہائی شریف النفس اور منکر المزاج شخص تھے، آپ کو ظاہری عبادت وریاضت اور ریاکاری سے سخت نفرت تھی اور آپ نے اس سے بیزاری ظاہر کی ہے۔

ببین این زاہد ظاہر پرست وحیلہ سازی را   بطرز پارسان جانب میخانه می آید

دل سوزان و جان عینیا بر شمع روئی تو   به بزم مه جبینا ن صورت پروانه می آید

عینی کا زمانہ شکست وریخت کا زمانہ تھا، یہ صرف سیاسی شکست وریخت کا زمانہ ہی نہیں تھا بلکہ علمی سیاسی تہذیبی غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے پر اس کے اثرات مرتب تھے، عینی بھی اپنا دامن نہ بچا سکے اور شکوۂ روزگاران کی زبان سے بے ساختہ نکل پڑے:۔

بدین شمس حکومت بود تابان اختر بختم   مگر ای چرخ گردان تیره گون کردی مقدرا
شکستی برنگ بزم دوستان را جاده پیمائی   پریشان ساختی جمع می و مینا و ساغر را
مزن حرفی بجز آہنگ دعائی ذات ممدوحی   درون سوختہ خواہد نشید نغمہ تر را

نظم: عینی کے دیوان میں نظموں کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے چند نمونے کے طور پر یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔

منظوم تقریظ: عینی کے دیوان میں ایک تقریظ ہے جسے آپ نے اپنے محبّ گرامی مولوی احمد حسین رسول پوری کی کتاب خزینة العقیان پر لکھا ہے، یہ کتاب عربی ادب میں ہے:۔

وه چه خوشا علی جندا   هر دو جهان نقد روانم فدا
برخمی منتخب روزگار   رشک ده لعبت چین و تتار

جلوہ فزائی خرد و فہم و ہوش　　نطق دہ ناطقہ و خود خموش
زلف کش لیلٰی زیبا طراز　　پردہ کشائی بسر در حجاز
زیور منثور کلام حرب　　گوہر منظوم نظام ادب
یعنی بہمان نامہ سلک گہر　　در نجم از بحر عرب جلوہ گر

نامۂ تہنیت: یہ تہنیت نامہ عینی نے خواجہ حبیب اللہ کے فرزندگی کی شادی پر لکھا ہے یہ ایک طویل نظم ہے، جو اکیس اشعار پر مشتمل ہے، اول دو اشعار تمہید کے اور سات اشعار مبارکباد اور دعا کے بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

سپیدہ دم کہ صبا بوی دلستان دارد　　رسالت ز شب گیسوی بتان دارد
بوئی آن کہ ز میخانہ جرعہء بابم　　سرم ہوائی در خانہء مغان دارد

بیمن شادی فرزند شان حبیب اللہ　　کہ ماہتاب بخورشید اقتران دارد
فلک ز عقد ثریا قلادہ در بستہ　　زمین ز شادی اور زیب بوستان دارد
شریک بزم ز ہر گوشہ مہمان بینم　　بحسن و خلق و عطائی کہ میزبان دارد
بروی بزم بہ آہستگی قدم دارید　　کہ دیدۂ من تا دیدۂ فرش آن دارد
برو نمائی و تسلیم این مہ و خورشید　　زمانہ ہر چند بیفشاند جای آن دارد
ہمین دعا است کہ داور بہر کابی شان　　شکوہ و دولت و اقبال جاودان دارد
پس از عادی سر صدق گر قبول افتد　　کمینہ عینی آشفتہ نقد جان دارد

رقعات منظومہ: عینی کے دیوان میں منظوم خطوط کی ایک لمبی فہرست ہے، ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے، کہ عینی کو نظم و نثر پر یکساں عبور حاصل تھا، آپ کی شاعری میں غضب کی آمد ہے، یہ تمام خطوط شعری محاسن سے پر ہیں، سلاست روانی اور دلکشی موجود ہے، چند خطوط بطور نمونہ ہیں:

بجناب مولوی محمد حسن صاحب پرنسپل گورنمنٹ مدرسہ عربیہ چٹگام:

ہست کجا پیک نسیم صبا　　تا یکشاید خم زلف دو تا
پس زمن خستہ رساند سلام　　در حرم مدرسہ چاٹگام
خاصہ بدر گاہ فلک آستان　　قبلہ گہہ مجمع دانشور ران
آبروی انجمن مدرسہ　　زیب بہار چمن مدرسہ
منتخب بار گہہ ذوالمنن　　مردمک چشم محمد حسن
در شب آدینہ وقت نماز　　پائی کلکتہ نہادم فراز

سعی کنان گرم تگا پو شدم　　خستہ بسی گشتم در ہوشدم
صرت بعید او فوادی لدیک　　انت مِنی و معادی الیک
دیدۂ امید ھمہ سوئی تو　　منتظر جنبش ابروئی تو
روز دیگر رخت بدہلی کشم　　ذائقہ شربت غربت چشم
بدرقہ ام شمع دعائی تو باد　　زا در ہم عین عطائی تو یاد

بخلص جناب محترم حاجی مظہر علیم انصاری :

صبا حقوق عزیزان اگر نگہداری　　برو حضرت حاجی علی النصاری
پس از نیاز سلامیکہ رس اسلام است　　بگو کہ ای گہر کان لطف غم خواری
بیاد صحبت دیرینہ ات کشم صہبا　　بحیرت کہ بیادم چرانمی آری
دلم ربودی و یادم نبامہ نکسنی　　ہمین وفاست ہمین است طرز دلداری
گزشتہ آنچہ کہ گزشتہ از شکایت نیست　　مگر بگوی کہ کئی عزم انجمن داری
درون سینہء ما شعلہا ست دریادت　　در چشم ما بفراق تو در گہر باری

درتمہید دردو صحیفہ گرامی حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی:۔

سرت گردم نسیم صبحگامی　　کہ خوش آوردہ منشور شاہی
فروزان ساختی صبح امیدم　　ربودی از شب تارم سیاہی
رسان بعد از سلام خستہ حالی　　سوی گولہ شہیدان الٰہی
چرا آرد گدائی کوچہء تو　　تمنائی سریر و کجکلاحی
جبینم جبہہ سای کفش پاکت　　دل جانم فدایت قبلہ گاہی
دلم از خان و مان آورہ کردہ　　دل جانم فدایت قبلہ گاہی
متاع جان عینی در ربودی　　دیگر زین کشتہء ہجران چہ خواہی

خطوط کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خطوط میں تمام فنی خوبیوں کے باوجود عینی کا دائرہ فکر محدود تھا، جس کی وجہ سے آپ کے اشعار میں کہیں کہیں تکرار بھی ہے، لیکن اس سے ان کی شاعری پر کوئی اثر نہیں پڑتا:۔

ہاں سرت گردم ای نسیم صبا　　زود رو در حضور سید ما
بیا بیا بسرت کردم ای نسیم صبا　　آمدی بسلام و پیام راحت زا
سرت گردم نسیم صبح گاہی　　کہ خوش آوردۂ منشور شاہی
پس پیام من فتادہ رسان　　می رسانی چنان کہ ز اہل و وفا
پس پیام من فتادہ رسان　　بہ آستانہء خدام زبدۃ العلماء

رباعی: عینی نے نہ صرف یہ کہ غزل قصیدہ نعت اور منقبت کہی ہیں بلکہ ان کے کلام میں رباعیاں بھی شامل ہیں، مگر ان کی تعداد بہت کم ہیں، لیکن رباعیوں میں فنی خوبیاں موجود ہیں، سلاست و روانی دیگر اصناف کی طرح بجا طور پر برقرار ہیں بطور نمونہ چند رباعیاں یہ ہیں:۔

ای بندهٔ خدا پرست کی خواہی شد   سرشار مستیء الست کی خواہی شد
کی دست دہی بدستگی پیر مغان   و ز بادہ عشق مست کی خواہی شد

ای راحت بہ قلب و نور عینی   ناواقف پردهٔ حسینی
برمستی ما چون خوردہ گیری   شایستہء الفراق بینی

بہار خدا باغبان گلاب احمد   بر آن وزیدہ نسیم ہوا الوحید احد
بچار سوی چمن گشتم و نشد پیدا   مثال حسن تو جز لم یلد ولم یولد

بہار خدا باغبان گلاب احمد   بر آن وزیدہ نسیم ہوا الوحید احد
بچار سوی چمن گشتم و نشد پیدا   مثال حسن تو جز لم یلد ولم یولد

ای رحمت واسعت پناہ ہمہ کس   لطف و کرم تو عذر را خواہ ہمہ کس
بر عفو نو اعتماد دارم ہر چند   بیش است از گناہم از گناہ ہمہ کس

قطعات: دیوان عینی کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قطعات بھی لکھتے ہیں اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ تمام قطعات تاریخی اشعار پر مشتمل ہیں، اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کو تاریخ گوئی پر مہارت تامہ حاصل تھی اس کے چند نمونے یہ ہیں:

قطعہ تاریخ وفات جناب نظام خانصاحب جنت مکان:

عجب بودہ نظام صاحب جاہ   ز آفات جہان فارغ دل او
مگر یکشنبہ و ہشتم رجب را   قضنا بربست آخر محمل او س(1325ھ)
رقم زد کلک عینی سال فوتش   حریم خلد باشد منزل او

قطعہ تاریخ ولادت محمد خالد فرزند زادہ شیخ سلیم اللہ صاحب بندولی:

نخل صد آرزوی مہدی را   بار آمد بلطف یزدانی
خوش رسیدہ بدستگی مادر   ہدیہء از جناب سبحانی
مایہء نازش سلیم اللہ   نور افزای چشم یزدانی
خلد اللہ خالد انی الدہر   دہ چہ ہمنام سید ربانی (1325ھ)

زہ رقم سال مقدمش عینی نونہال ریاض انسانی

قطعہ تاریخ تعمیر مسجد باہتمام جناب سعید حسن عسکری:

نسبت نام حسن با عسکری خود دہد از نسبت عالی نشان
ہست از آثار حسن کار او عید گاہ محترم با عز و شان
جلوہ گاہ پاکبازان زمین نور افزای نگاہ عرشیان (1333ھ)
کلک عینی طرح تاریخش نہاد مسجد بیت الشرف کہف زمان

ان تمام خصوصیات کیساتھ عینی کے یہاں بھی کلام میں چاشنی حلاوت درد واثر پیدا کرنے کے لیے تشبیہ استعارہ اور کنایہ جیسے شعری اصطلاحات سے کام لیا گیا ہے مگر یہ ان کا طرز خاص ہے کہ انھوں نے بعید از کار اصطلاحات کا استعمال کر کے کلام کو پیچیدہ اور بے مزہ ہونے نہیں دیا تاہم یہ شاعرانہ تعلّی مبالغہ اور غلو سے بھی مستثنیٰ نہیں تھے، چنانچہ اس ضمن میں ایک شعر مبالغے کا بطور نمونہ درج ہے۔

مپرس از رفعت پردازی مرغ خیال من
کہ بالائی سر روح القدس ہم آشیان دارد

مندرجہ بالا تمام شعری محاسن کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مولانا ظفر حسن عینی کی شاعری ان کے مقدمین یا معاصرین سے برتر نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں ہے، آپ کی زبان نہایت ہی صاف ستھری شستہ اور رواں ہے، آپ کی شاعری میں آورد کے بجائے آمد ہے، لہٰذا عینی ہندوستانی فارسی گو شعرا میں اہم مقام کے حامل ہیں۔

نوٹ: عینی کا دیوان چونکہ ابھی شائع نہیں ہوا ہے اس لیے ان کی شاعری کو بغیر صفحہ نمبر کے پیش کیا جا رہا ہے۔)

●

پتہ:
Shahid Nokhez
Deptt. of Persian
Maulana Azad National Urdu University
Hyderabad - 32